eISSN: 2789-6331
pISSN:2789-4169

محمد اشرف ثمر
پی ایچ ڈی سکالر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر محمد آصف اعوان
پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

**M. Ashraf Samar**
PhD Scholar, Department Urdu, Government College University, Faisalabad
**Dr. Muhammad Asif Awan**
Professor Urdu Department, Government College University, Faisalabad

# احیائے اسلام میں اقبال کا کردار

# ALLAMA IQBAL'S ROLE IN ISLAMIC RENAISSANCE


## ABSTRACT

The proclamation of Allah's words has been the basic obligation the man since his emergence on emergence from a series of Prophets to our last prophet Hazrat Mohammad (PBUH) it was completed, yet its revivalists and promulgators have been the verge of Muslim history periodically. Among these, is the name of Dr Muhammad Iqbal who with his overwhelmingly innovative style of poetry promulgated the Islamic teachings and the words of Allah for the cause of the Islamic valism. The concept of promulgation and pronouncement of Allah's message to all of the Muslim and non-Muslim societies, is the fundamental inclination of Iqbal's poetry and his entire poetry is embded in the charismatic influence of Islamic revivalism. His system of symbolism, metaphorical representation and similes point out towards new meaningless, associated with proclamation of Allah's words. This article is a key attempt towards exploration the of aforesaid implications



## KEYWORDS

Revivalism of Islamic Thoughts, Innovative Thinking, Symbolic system,Continuous Struggle, Ideological reconstructions


اللہ تعالیٰ نے انسان کی کامل ہدایت کے لیے جو سلسلہ رسالت و نبوت حضرت آدمؑ سے شروع کیا تھا، وہ سرورِ انبیاء حضرتِ محمدِ مصطفیٰؐ پر ختم ہوا۔ انسان کی ہدایت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا اور اس نے "اناہدینا السبیل" کا منصوبہ اپنے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش پیغمبرانِ عظام کے ذریعے پورا کیا۔ رسولؐ اللہ کے بعد ابدی ہدایت کا یہ سلسلہ قرآن اور حدیث کی صورت میں موجود ہے۔ اس بات کی گواہی تاریخ دیتی ہے کہ

جب بھی امتِ مسلمہ اندھیروں میں ڈگمگائی تو امتِ مسلمہ ہی میں سے اللہ تعالیٰ نے ایسے اہلِ علم کو پیدا کیا جنھوں نے اسلامی تعلیمات کا احیا کیا۔

بنی امیہ کے دور میں اس فریضے کو حضور پاکؐ کے اہلِ بیتؑ نے بخوبی سر انجام دیا اور بعد ازاں امت میں سے بہت سے مجددین نے اس فرض کو پوری تندہی کے ساتھ نبھایا، حتیٰ کہ مولانا روم، شیخ احمد سرہندیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی جیسے فاضل علمائے کرام نے اپنی زندگیاں احیائے اسلام کے لیے وقف کر دیں اور امتِ مسلمہ کی مذہبی اصلاح اور تعمیرِ معاشرہ میں اہم کردار ادا کیا۔ یہاں تک کہ صدیوں تک ان کے قوی اثرات باقی رہے اور آج بھی ان کی تعلیمات تحریک اور راہنمائی کا باعث ہیں۔ بیسویں صدی میں احیائے اسلام کی اسی عظیم الشان روایت کی ایک کڑی ڈاکٹر محمد اقبالؒ ہیں۔ ان کی علومِ اسلام پر مضبوط علمی گرفت اور افکار و خیالات کی انقلابی تشکیل سے نہ صرف ہند میں بلکہ پورے عالمِ اسلام میں امتِ مسلمہ کی فکری تشکیلِ نو ہوئی۔ اقبال نے ہندوستان میں غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی امتِ مسلمہ کو دقیانوسی خیالات سے نکال کر ان میں حریتِ فکر اور عملِ مسلسل کی روح بیدار کی جس کے اثرات یوں مرتب ہوئے کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے انگریزوں اور ہندوؤں کی غلامی کی زنجیروں کو توڑ ڈالا۔ اقبالؒ بیسویں صدی کی وہ واحد شخصیت ہیں جنھوں نے ایک نئے ولولے اور جوش سے اور علمی اجتہاد سے امتِ مسلمہ میں انقلابِ نو کی روح پھونکی۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال مذہب و معاشرت اور علم و حکمت کے تمام شعبوں میں ایسے انقلاب کا آرزو مند ہے جو پوری دنیا میں احیائے اسلام کا سبب بنے۔ علامہ اقبال کے اسی علمی پس منظر پر بات کرتے ہوئے ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم "فکرِ اقبال" میں لکھتے ہیں:

> "اقبال کی تمام شاعری اور اس کے افکار اور جذبات پر جو چیز طاری معلوم ہوتی ہے، وہ تمنائے مشرق و مغرب دونوں سے بے زار ہے۔ دونوں طرف زاویہ ئ نگاہ اور نظریہ حیات اس کو غلط معلوم ہوتا ہے۔ تمام موجودہ زندگی پر اس کی تنقید مخالفانہ ہے، وہ صرف ملت اسلامیہ ہی میں نہیں بلکہ تمام دنیا میں اور اس کے ہر شعبے میں انقلاب کا آرزو مند ہے۔ عصرِ حاضر میں یا گزشتہ تین چار صدیوں میں جہاں جہاں انقلابی تحریکیں ہوئیں، وہ پسندیدگی سے ان کا ذکر کرتا ہے۔ ملتِ اسلامیہ کچھ صدیوں سے ساکن و جامد تھی لیکن اب اس کے اندر ایک بیتابی نمایاں ہے، ضرورت ہے کہ اس میں بھی انقلاب پیدا ہو۔ انقلابات جس جزبے سے پیدا ہوتے ہیں، اقبال اسی جزبے کو عشق کہتا ہے۔ ٹھنڈی حکمت اور مفاد کوشی کبھی نظمِ حیات میں کوئی بنیادی تغیر پیدا نہیں کر سکی۔"(۱)

انھوں نے ملتِ اسلامیہ کو انقلابِ فکر اور انقلابِ عمل کی دعوت دی اور یہی وجہ ہے کہ اقبال جمود اور بے عملی کے سخت ترین مخالف تھے۔ وہ جس عملی اور فکری انقلاب کی حمایت کرتے ہیں وہ اسلامی فکر کی احیاء کا ضامن ہے۔ اسلام کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم

آہنگ کرتے ہوئے قرآن وحدیث سے کسبِ فیض کرنے اور عمل کرنے پر زور دیتے ہیں۔

## احیائے اسلام کے لیے اقبال کی فکری و عملی کاوشیں:

احیائے اسلام اصل میں فکر و عمل کے از سرِ نو زندہ کرنے اور پرانے خیالات وعقائد میں نئی روح پھونکنے کا نام ہے۔ احیائے اسلام سے مراد کوئی نیا نظریہ پیش کرنا نہیں بلکہ پہلے سے موجود نظریات و عقائد میں اجتہادِ فکر سے کام لینا ہے اور انھیں جدید دور میں بسنے والے مسلمانوں کے اذہان و قلوب میں اس طرح اتارنا ہے کہ معاشرت میں وسیع پیمانے پر انقلابی تبدیلی واقع ہو اور معاشرہ دنیا و آخرت کی تعمیر کی طرف گامزن ہو جائے۔ اس طرح احیائے اسلام کا منتہائے مقصود معاشرے کی تعمیر ہے۔ علامہ اقبال تقلید کے بجائے اجتہاد پر زور دے کر جامد و ساکن فکر میں انقلابِ نو پیدا کے خواہش مند ہیں۔ یہی انقلابِ نو، وہ بے مثال طاقت بن کر ابھرتی ہے جو ہر شہ زور کو چت کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہ وہ قوت ہے جو اپنے معیارات پر نئے جہان کو خلق کرنے میں معاون ہوتی ہے۔

اقبال نے احیائے اسلام کی تشکیل کے لیے اپنے جملہ افکار کو منظم اور مربوط فلسفہ کی صورت میں پیش کیا۔ احیائے اسلام کی فکری اساس کا ذکر کرتے ہوئے بختیار حسین صدیقی نے اپنی تصنیف "اقبال بحیثیت مفکرِ تعلیم" احیائے اسلام کی فکری اساس پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "اب آیئے فکری سطح پر اسلام کی اساس کی طرف جو اس کے احیا کی لازمی شرط ہے۔ اسلام، دینی عینیت (Idealism) پر مبنی ایک مکمل نظامِ حیات ہے۔ عینیتی فلسفے میں خیال یا تصور کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اسلام کا نظامِ حیات توحید پر مبنی ہے۔ یہ تصور اور روحانی قوت کو زندگی کا اصل محرک قرار دیتا ہے۔ انسان کو جب اس کا مکمل ادراک حاصل ہو جائے تو یہ اس کی فکر، احساس اور ارادے سب پر حاوی ہو جاتا ہے۔ تصور میں بے پناہ تنظیمی اور حرکی قوت ہوتی ہے۔ یہ ہمارے افکار اور کردار میں وحدت پیدا کرتا ہے۔ قوئے علمیہ کو مہمیز کرتا ہے۔ اسی اصول کی بنا پر چودہ سو سال پہلے مدینے میں اسلامی معاشرہ قائم ہوا تھا اور یہی اصول آج احیائے اسلام کی تحریک کے پیچھے کار فرما ہے۔"(۲)

اقبال احیائے اسلام کی تحریک کے اہم علمبردار ہیں۔ ان کے افکار و نظریات نے نہ صرف ہندوستان بلکہ ورے عالمِ اسلام کے مسلمانوں کو ایک ولولہ ئ تازہ سے سرشار کیا اور عہدِ حاضر کو اسلامی روایات و اقدار سے ہم آہنگ کرنے کی بھرور کوشش کی۔ اقبال کی احیائے اسلام کے لیے مساعی کی تفہیم کے لیے ضروری ہے کہ سب سے ہلے احیائے اسلام کے تقاضوں سے آگہی حاصل کرلی جائے۔ احیائے اسلام کے تقاضوں میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ نظریۂ توحید کے حرکی تصور کی اشاعت

۲۔ مشکلات و مصائب پر صبر و استقامت کا اظہار

۳۔ عزمِ صمیم اور ناقابلِ شکست حوصلہ

۴۔ پہاڑ جیسی استقامت

۵۔ بے باکی

۶۔ برداشت اور تحمل

۷۔ جذبۂ ایثار

۸۔ فکری نو کی تشکیل

احیائے اسلام مختصر جدوجہد نہیں بلکہ ایک طویل، مسلسل اور نہ ختم ہونے والی جدوجہد کا نام ہے اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل اسے آگے بڑھاتی ہے۔ برصغیر میں یہ احیائے اسلام کی جہدِ مسلسل حضرت شیخ احمد سرہندیؒ سے لے کر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تک اور پھر سید احمد بریلوی شہیدؒ سے لے کر اقبالؒ تک کئی صدیوں پر محیط ہے۔ اس جہدِ مسلسل میں رزم گاہِ حق و باطل میں حق کی سربلندی کے لیے باطل کے خلاف لاکھوں جانثارِ اسلام کی جانیں قربان ہوئیں، تب کہیں جا کر لوگوں میں احیائے اسلام کا شعور پھیلا۔ احیائے اسلام کہیں علمی، کہیں تبلیغی اور کہیں جہاد بالسیف کی صورت میں نمودار ہوا، لیکن علامہ اقبال وہ واحد مجتہدِ اسلام ہیں جنھوں نے علمی، عملی اور عمرانی و سیاسی سطح پر احیائے اسلام کے لیے امتِ مسلمہ کو تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامی کی راہ دکھائی۔ ان کے ہاں جہدِ مسلسل کا پیغام بھی ہے اور جہاد فی سبیل اللہ کا ولولہ انگیز بیان بھی ہے۔ ان کا کلام احیائے اسلام کے اولین تقاضے یعنی توحید کے حرکی تصور کو حد درجہ کمال سے پورا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان ٹیپو جیسا جری اور شجاع کردار ان کا نورِ نظر اور مثالی کردار ٹھہرتا ہے۔ سلطان ٹیپو کی شجاعت اور بہادری ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے اور اقبال نے اپنی نظم "سلطان ٹیپو کی وصیت" میں اپنے الفاظ میں سلطان شہید کے خیالات کو رقم کیا ہے۔ اقبال نے جس ضربِ کلیمی سے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے آواز بلند کی، اس راستے کا اختتام کہیں نہیں ہوتا کیونکہ وہ راہِ شوق ہے جس کا رہ نورد منزل قبول کر ہی نہیں سکتا۔ منزل قبول کر لینے کا مطلب سطح پر جمود ہے اور جمود رہ نوردِ شوق کے لیے موت ہے۔ بندۂ مومن وہ رہ نوردِ شوق ہے جس کی منزل ستاروں سے بھی آگے ہے۔

تو رہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول
اے جوئے آب بڑھ کے ہو دریائے تُند و تیز
ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول
کھویا نہ جا صنم کدہ کائنات میں
محفل گداز! گرمی محفل نہ کر قبول
صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیلؑ نے
جو عقل کا غلام ہو ، وہ دل نہ کر قبول
باطل دوئی پسند ہے،حق لا شریک ہے
شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول (۳)

اقبال نے ان اصولِ فطرت سے پردہ اٹھایا جن کو ہم بھول چکے تھے۔ یہ وہ اصولِ فطرت ہیں جو انسان کی جہد للبقا کے لیے لازمی ہیں۔ اقبال نے یہ یاد دلایا کہ اسلام حرکت و عمل کے فطری اصولوں پر کاربند دین ہے جو اپنے ماننے والوں کو انقلابِ فکر و عمل کی دعوت دیتا ہے اور اس کے عملی مظاہر کو ان کے کرداروں میں دیکھنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال سکون کے برعکس اضطراب اور تقلید کے برعکس اجتہاد پر زور دیتے ہیں۔ علمی اجتہاد ہی احیائے اسلام کے راستے ہموار کرتا ہے۔ احیائے اسلام کے ضمن میں اقبال نے جن کرداروں کو پیش کیا ہے وہ مردِ مومن اور مردِ قلندر کے کردار ہیں۔ مردِ مومن اور مردِ قلندر ایک ہی کردار کے دو پہلو ہیں جو دراصل حضور پاکؐ کے عظیم کردار کا پرتو ہیں۔ آپؐ کی ساری زندگی حرکت و عمل سے عبارت ہے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے صرف ہوئی ہے۔ اقبال نے حرکت و عمل کے اسی اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھا ہے۔ یہ اشعار اسی تناظر میں ملاحظہ کیجیے:

دما دم رواں ہے یمِ زندگی
ہر اک شے سے پیدا رمِ زندگی
اسی سے ہوئی ہے بدن کی نمود
کہ شعلے میں پوشیدہ ہے موجِ دُود

یہ وحدت ہے کثرت میں ہر دم اسیر
مگر ہر کہیں بے چگوں، بے نظیر (۴)

اسی نظم میں اقبال کائنات میں جہدِ مسلسل کے اصولوں کی کار فرمائی کا رنگ دکھاتے ہیں اور حرکت و تغیر کے اصول کو واضح کرتے ہوئے احیائے فکر پر زور دیتے ہیں:

فریبِ نظر ہے سکُون و ثبات
تڑپتا ہے ہر ذرّہ ئ کائنات
ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود
کہ ہر لحظہ ہے تازہ شانِ وجود
سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی؟
فقطِ ذوقِ پرواز ہے زندگی
سفر زندگی کے لیے برگ و ساز
سفر ہے حقیقت، حضر ہے مجاز (۵)

ہر نقشِ حیات ابھر ابھر کے مٹتا ہے اور مٹ مٹ کر ابھرتا ہے کیونکہ ازل سے ابد تک رمِ یک نفس کے مانند حیات رواں دواں ہے اور منزل آشنا نہیں ہے، اسی کا نام جہدِ مسلسل ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہمہ وقت، ہر دم اور بہ ہر صورت جاری رہتی ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

سلسلہ روز و شب نقش گر حادثات
سلسلہ روز و شب اصل حیات و ممات
سلسلہ ئ روز وشب تار حریر دو رنگ
جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات
سلسلہ ئ روز و شب ساز ازل کی فغاں
جس سے دکھاتی ہے ذات زیر و بم ممکنات (۶)

اقبال نے جہدِ مسلسل کا پیغام دیا اور کہا کہ اعلائے کلمۃ الحق کے لیے جدوجہد کرنے والا کسی وسیلے کا محتاج نہیں۔ جیسے اقبال نے اس

شعر میں کہا ہے کہ مردِ مومن کشتی و ملاح کا محتاج نہیں اور ایام کا مرکب نہیں بلکہ راکب ہے:

میں کشتی و ملاح کا محتاج نہ ہوں گا
چڑھتا ہوا دریا ہے اگر تو تو اتر جا (۷)
جچتے نہیں کنجشک و حمام اس کی نظر میں
جبرئیل و اسرافیل کا صیاد ہے مومن (۸)

اقبالؒ ایسے رہنمائے عالمِ اسلام کی تلاش میں ہے جو کلمۃ الحق بلند کرے تو ایوانِ افکارِ عالم کے در و دیوار متزلزل ہو جائیں اور اس کی جہد کے سامنے سب ہیچ ہوں، نہ کہ ایسے تصورِ مہدی ئ زماں سے فکری الحاقات قائم کریں کہ جو ظالم کے ظلم خلاف بغاوت کرنے کے بجائے مسیحا کے آنے کا منتظر کرہو:

دنیا کو ہے اُس مہدی ئبر حق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلہ عالمِ افکار (۹)

یعنی دنیائے اسلام کو ایسے رہنما کی ضرورت ہے جو عالمِ افکار میں ایک نیا ولولہ پیدا کر دے اور جہانِ کہن میں افکارِ تازہ سے نمودِ صبح کا سامان کر دے۔ ایسا مہدی ئ بر حق جو کلمہ ئ حق کی سربلندی کے لیے جہدِ مسلسل کی تلقین کرتا ہو اور اسی سے سارے مسائل کا حل تلاش کرے، اقبال اسی مردِ قلندر سے جہانِ تازہ کو خلق کرنے کی بات کرتے ہیں۔ اعلائے کلمۃ اللہ کا دوسرا اقضیہ مصائب و آلام پر صبر کرنا ہے جبکہ تیسرا اقضیہ ناقابلِ شکست حوصلہ اور عزمِ صمیم ہے جس کے ذریعے سے انسان ہر طرح کی مشکلات کو سر کرتا ہے۔ اقبال نے صبر و تحمل اور عزمِ صمیم کے پیکر حضرت بلال حبشیؓ کے کردار کو پیش کیا ہے جو صبر و تحمل کا کوہِ وقار ہے۔ جنابِ بلال حبشیؓ پر مصائب و آلام اور کرب و ابتلا کے پہاڑ توڑ دیے گئے لیکن انھوں نے کلمۃ اللہ کو زبان سے جاری رکھا اور کفار کے مظالم کے خلاف حق کی آواز بلند کرنے پر ڈٹے رہے۔ علامہ اقبال نے حضرت بلالؓ کے کردار کو صبر و تحمل کے حوالے سے ایک مثالی کردار کے طور پر پیش کیا ہے اور صبر کے کوہِ گراں کے طور پر ان کے کردار میں، ناقابلِ شکست حوصلہ، عشق اور جذب و مستی اور کم و کیفِ حبِ رسول اللہ کو بیان کیا ہے اور یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا
حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی سے ترے غم کدے کی آبادی

تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی
وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لیے
کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لیے
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں
نظر تھی صورت سلماں ادا شناس تری
شراب دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری
تجھے نظارے کا مثل کلیم سودا تھا
اویس طاقت دیدار کو ترستا تھا
مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا
ترے لیے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا
تری نظر کو رہی دید میں بھی حسرت دید
خنک دلے کہ تپید و دمے نیا سائید
گری وہ برق تری جان ناشکیبا پر
کہ خندہ زن تری ظلمت تھی دست موسیٰ پر
تپش ز شعلہ گر فتند و بر دل تو زدند
چہ برق جلوہ بخاشاک حاصل تو زدند
ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا
خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا (۱۰)

جہاد فی سبیل اللہ پر علامہ اقبال کا موقف بڑا واضح ہے۔ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اور ظلم واستبداد کی طاغوتی قوتوں کی بیخ کنی کے لیے اسلام جہاد کی دعوت دیتا ہے۔ جہاد فی سبیل کا حکم قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے جابجا دیا ہے۔ اسلام نے جہاد کو زندگی قرار دیا ہے اور علامہ اقبال نے اسی تصور کو جہد للبقا کے لیے استعمال کیا ہے۔ یہ اشعار اسی امر کے غماز ہیں:

خدائے لم یزل کا دست قدرت تو، زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے
پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے
یہ نکتہ سرگزشتِ ملتِ بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوامِ زمینِ ایشیا کا پاسباں تو ہے
سبق پڑھ پھر صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا (۱۱)

استقامت اور بے باکی ایسی صفات ہیں کہ ان سے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جدوجہد کرنے والے کے لیے ضروری ہیں تاکہ وہ راہِ حق میں آنے والی ہر اذیت، پریشانی اور مصیبت کا دیوانہ وار مقابلہ کرے۔ انھی صفات کے ساتھ جب جذبۂ ایثار ملتا ہے تو اعلائے کلمۃ الحق کا منہجِ فکر و عمل مکمل ہو جاتا ہے۔ یہ تزکیۂ نفس کی وہ کیفیت ہے جہاں جان کی قربانی محض جوع الارض اور مالِ غنیمت کا حصول نہیں ہوتا بلکہ اس کا مقصود کتاب و سنت کے گہرے ادراک کے ساتھ اللہ کے دین کو پوری کائنات میں وسیع کرنا بن جاتا ہے۔ اقبال کے یہ اشعار اسی جوش و جذبے اور کم و کیف کے نمائندہ ہیں:

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا

سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی
خیاباں میں ہے منتظر لالہ کب سے
قبا چاہیے اس کو خونِ عرب سے(۱۲)

اعلائے کلمۃ الحق کی فکری تشکیلات کے پیچھے اقبال کا یہ تصور کار فرما ہے کہ تمام روئے زمین جیسا کہ حدیثِ رسولؐ میں ہے کہ مسجد کی طرح پاکیزہ ہے۔ حدیث رسول ہے:

''میرے لیے ساری زمین کو اک اور مسجد بنا دیا گیا۔''(۱۳)

مزید یہ کہ ظالم کے ظلم کے خلاف آواز اٹھانا اسلام کا ایک انتہائی اہم فریضہ یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اس لیے یہاں کسی ظالم و جابر اور نجس آدمی کا قبضہ یا غلبہ قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔ اسی مقصد کی وجہ سے امتِ مسلمہ پر جہاد فرض ہے تا کہ باطل کے اندھیرے چھٹ جائیں۔ اس کا بہترین نقشہ جنابِ رسول اللہؐ کی سیرتِ طیبہ سے ملتا ہے۔ اقبال اس کی یوں وضاحت کرتے ہیں:

مومناں را گفت آں سلطانِ دیںؐ
مسجد من ایں ہمہ روئے زمیں
الاماں از گردشِ نہ آسماں
مسجد مومن بدست دیگراں
سخت کوشد بندۂ پاکیزہ کیش
تا بگیرد مسجد مولائے خویش (۱۴)

ترجمہ: ''رسولِ کریمؐ نے مومنوں سے فرمایا کہ میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے۔ نو آسمانوں کو گردش سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے کہ مومن کی مسجد (روئے زمین) دوسروں کے قبضے میں

ہے۔اے پاکیزہ نفس انسان تجھے سخت جدوجہد کرنا چاہیے تا کہ تو اپنے آقا کی مسجد حاصل کر سکے۔"

گویا اعلائے کلمۃ الحق اسلام کا بنیادی فریضہ ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے احکام کی صورت میں بھی قرآن مجید میں درج ہے۔علامہ اقبال تعلیماتِ اسلامی کی تشکیل نو کے داعی اور مفکر تھے اور انھوں نے امتِ مسلمہ کے لیے جو جدید فکری تشکیلات وضع کی ہیں،ان میں احیائے اسلام اور کلمۃ اللہ کی سربلندی ان کے نظامِ فکر کا مرکز و محور ہے۔ان کی شعری کائنات تغیرات اور ممکنات سے عبارت ہے جو ہر لمحہ فکر و عمل میں تحریک پیدا کرتی ہے۔اقبال نے دیگر علمائے کرام کی طرح اسلامی تعلیمات اور فلسفہ الٰہیات کی تشکیلِ نو کی اور اسے جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا۔یہی وجہ ہے کہ وہ تقلیدِ محض کے بالکل خلاف تھے اور اس کے مقابلے میں انھوں نے اجتہاد پر زور دیا۔مسلمانوں میں تحریکِ عمل اور حریتِ فکر کی بیداری کے لیے اقبال نے مردِ مومن اور مردِ قلندر کے تصور کو تشکیل دیا جو دراصل حضور پاکؐ کی شخصیت کا پرتو ہے۔اقبال نے پوری دیانت کے ساتھ احیائے امتِ مسلمہ کے فریضے کو سرانجام دیا ہے۔اقبال نے اپنے متقدمین سے اک قدم آگے بڑھ کر جو کام کیا ہے وہ احیائے اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ایک مربوط اور منضبط نظامِ ی تشکیل کا کام ہے۔ان کے شعری اور نثری دونوں علمی سرمائے احیائے اسلام کے متبصرات سے بھرپور ہیں۔

## حوالہ جات


۱۔ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، فکرِ اقبال، مشتاق بک کارنر، لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۱۰۴

۲۔بختیار حسین صدیقی، اقبال بحیثیت مفکرِ تعلیم، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور: ۱۹۸۳ء، ص ۱۱۴

۳۔محمد اقبالؒ، ڈاکٹر، کلیات اقبال اردو، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۶۸۵

۴۔ایضاً، ص ۳۵۴

۵۔ایضاً، ص ۴۵۴

۶۔ایضاً، ص ۶۳۲

۷۔ایضاً، ص ۴۵۵

۸۔ایضاً، ص ۸۵۵

۹۔ایضاً، ص ۷۵۵

۱۰۔ایضاً، ص ۷۶۲

۱۱۔ ایضاً ، ص۳۷۶

۱۲۔ ایضاً ، ص۹۸۲

۱۳۔ امام مسلم، مختصر صحیح المسلم، باب المساجد، حدیث نمبر ۲۵۷

۱۴۔ محمد اقبالؒ، ڈاکٹر، کلیات اقبال فارسی، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص۶۹۰